سیّد عطاء المحسن بخاری......اک ضربِ کلیمانہ

ڈاکٹر محمد عمر فاروق

یہ ۱۹۷۸ء کے اوائل کا واقعہ ہے کہ جنرل ضیاء الحق کی دعوت پر تمام سیاسی جماعتوں کے سربراہ جمع تھے۔ جنرل ضیاء نے جب دورانِ تقریر مستقبل میں جمہوریت کی بحالی اور دیگر حکومتی وعدوں کے تاج محل دکھانا شروع کیے تو اُن کی تقریر کے فوراً بعد ایک بے خوف رہنما اور بیباک مجاہد نے جنرل ضیاء سے یہ جرأت مندانہ سوال کرنے کی جسارت کی تھی کہ: ''محترم! آپ کے پیشرو حکمران بھی ہمیشہ ایسے ہی سبز باغ دکھا کر اپنے عرصۂ اقتدار کو طول دیتے چلے آئے ہیں۔ آپ کے پاس اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آپ ان طفل تسلیوں کو حقیقت میں ڈھال دیں گے۔؟'' اِس غیر متوقع سوال پر مرحوم جنرل گڑبڑا کر رہ گئے اور فرمایا میں نے آپ کی پارٹی کا منشور پڑھا ہے۔ پھر ایک آدھ جوابی جملہ کہہ کر، کھسیانی ہنسی میں مردم شناس سیّد عطاء المحسن بخاریؒ کے سوال کو گول کر گئے۔ جس پر عطاء المحسن بخاری مرحوم نے جو مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے اجلاس میں شریک تھے، اپنے سامنے پڑی فائل پر یہ فقرہ لکھ کر اُسے بند کر دیا کہ ''یہ شخص آئندہ دس گیارہ برس تک اقتدار کو نہیں چھوڑے گا،'' لیکن بخاری مرحوم کے اعلیٰ اخلاق کا یہ پہلو بھی قابل داد ہے کہ جب جنرل ضیاء الحق حادثاتی موت کا شکار ہوئے تو بخاری صاحبؒ نے اُن کی یاد میں پاکستان بھر میں پہلا تعزیتی جلسہ ملتان میں منعقد کیا اور اِس موقع پر اُن کی گئی تقریر کی بازگشت کافی عرصہ تک سیاسی حلقوں میں سنائی دیتی رہی۔

سیّد عطاء المحسن بخاریؒ برصغیر پاک و ہند کے ممتاز قومی و دینی رہنما حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزندِ گرامی تھے، مگر اُنہوں نے اپنے تشخص کے لیے اِس عالی نسبی کو کبھی استعمال نہ کیا۔ بلکہ اُن کی اپنی ذات کی گوناں گوں صفات اور اعلیٰ انسانی اقدار نے انہیں معاصر رہنماؤں میں نمایاں انفرادیت اور بے مثال مقبولیت بخشی۔ سیّد صاحبؒ ۲۰ ؍جنوری ۱۹۳۸ء کو امرتسر کے مردم خیز شہر میں پیدا ہوئے۔ نو سال کی عمر میں والدین کے ہمراہ ہجرت کی۔ جامعہ خیر المدارس ملتان سے دینی علوم میں سند فراغت حاصل کی اور پھر معاش کے لیے بخاریؒ اکیڈمی کے نام سے ملتان میں کتابوں کی دوکان کھول لی جو بہت جلد علمی، ادبی، دینی، سیاسی اور صحافتی شخصیات کی مستقل نشست گاہ میں تبدیل ہوگئی۔

سامراج و استعمار دشمنی مجلس احرار اسلام کا طرۂ امتیاز تھی۔ احرار، بخاری صاحب کی گھٹی میں آئی تھی، لیکن تحریک

مقدس تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی پاداش میں مجلس احرار دس برس کے لیے خلافِ قانون قرار دی جا چکی تھی۔ اس لیے شاہ صاحب کا سامراج دشمن مزاج انہیں عوامی نیشنل پارٹی (نیپ) میں لے گیا۔ جب مجلس احرار قانونی پابندیوں سے آزاد ہوئی تو آپ مجلس احرار اسلام میں واپس آ گئے اور مجلس احرار اسلام کے بزرگ رہنماؤں شیخ حسام الدینؒ اور ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کے شانہ بشانہ عوامی رابطہ مہم کے لیے ملک گیر طوفانی دورے کیے۔ آپ کے برادرِ اکبر مولانا سیّد ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ اور آپ کی طویل صبر آزما جدوجہد کے نتیجہ میں مجلس احرار اسلام نے بہت جلد قوت واستحکام حاصل کر لیا۔

یہ وہ دور تھا، جب پاکستان میں کمیونسٹ اور سوشلسٹ کہلانا ایک فیشن بن گیا تھا۔ وسیع وعریض کوٹھیوں، لامحدود جاگیروں اور بے اندازہ بینک بیلنس کا مالک، سرمایہ دار قیمتی گاڑی میں کھدر پہن کر نکلتا اور محض وقت گزاری کے لیے پرولتاریوں کے مسائل پر رائے زنی کرتا، خدا، رسول اور مذہب کو تضحیک کا نشانہ بناتا، سگریٹ کے دھوئیں کے مرغولے اڑاتا اور ''واڈکا'' کے پیگ حلق میں انڈیلتا لہو ولعب کی پستیوں میں غرق ہو جاتا تھا۔ اُس وقت مجلس احرار اسلام واحد دینی وسیاسی جماعت تھی جس نے پاکستان میں فکری گمراہی کے مرتکب ایسے منافق سرمایہ پرستوں کے اصل کردار کی حقیقت سے پردہ اٹھایا اور بحیثیتِ مجموعی تمام باطل نظاموں کے خلاف توانا آواز بلند کی۔ حضرت سیّد عطاء المحسن بخاریؒ نے اس جہاد میں قائدانہ کردار اَدا کیا اور اِستحصالی طبقوں کے مزدور کش مظالم اور اقدامات کے خاتمہ کے لیے تاریخی کردار اَدا کیا۔ اُس وقت اسلامی سوشلزم اور ملکیت زمین کے نام پر بعض مذہبی جماعتیں بھی سرمایہ پرستوں کی ہمنوا تھیں۔ یوں مذہب کا سہارا لے کر مزدوروں اور کسانوں کا معاشی قتل عام کیا جا رہا تھا۔ اِس صورت حال میں قائد احرار مولانا سیّد ابومعاویہ ابوذر بخاری کی قیادت میں مولانا سیّد عطاء المحسن بخاریؒ نے جہاں اپنی خطابتی معرکہ آرائیوں سے کام لیا، وہیں انہوں نے ایک پُرمغز تحقیقی مقالہ ''اسلام دولت کی مساوی تقسیم کا قائل ہے۔'' لکھ کر سیاسی پنڈتوں اور شرعی برہمنوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ شاہ صاحبؒ جمہوری نظام کی بجائے اسلامی شورائی نظام کے داعی تھے اور وہ تمام دینی طبقات پر جمہوریت کی بجائے اسلام کو بطورِ نظامِ زندگی وقوتِ حاکمہ کے رائج کرنے کے لیے جدوجہد کرنے پر زور دیتے تھے۔

حضرت مولانا سیّد عطاء المحسن بخاریؒ نے عوام میں دین کی اہمیت کو اُجاگر کیا اور بتایا کہ دین فرد کا ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ یہ پوری امت کا اجتماعی مقصد ہے۔ انہوں نے معاشرتی ناہمواریوں کے خلاف آواز اُٹھائی اور مذہبی اجارہ داروں کے دوغلے پن کو بھی بے نقاب کیا۔ انہوں نے رسوم ورواج کی گرد ہٹا کر اسلام کو اُس کی اصل حالت میں پیش کیا۔ حضرت شاہ جی سیّد عطاء المحسن بخاریؒ کی اِکسٹھ سالہ زندگی کے کارنامے یوں تو بے شمار ہیں۔ مثلاً یہ کہ انہوں نے لادین نظاموں کے خلاف جہاد کیا۔ گستاخانِ صحابہ کو لگام دی۔ قادیانیت کی سرکوبی کی اور ربوہ (اب چناب نگر) میں مسلمانوں کی پہلی مسجد (مسجد احرار)

تعمیر کی وغیرہ۔ لیکن میرے نزدیک اُن کی حیاتِ مبارکہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے مجھ جیسے سینکڑوں جوانوں کی زندگیوں کا رُخ بدل ڈالا۔ انہوں نے نوجوانوں میں بے انتہا فکری ونظریاتی محنت کی۔ محبت، پیار اور شفقت کے ساتھ اسلام کو اُن کے دلوں میں راسخ کیا اور اُنہیں اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کے راستے میں ایک مضبوط چٹان کی طرح کھڑا کر دیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج شاہ صاحبؒ کے تربیت یافتہ افراد جہاں بھی ہیں۔ وہ نظریاتی اعتبار سے اتنے مستحکم ہیں کہ اب کوئی بڑے سے بڑا اشتراکی، سرمایہ پرست یا مذہبی ڈیرے دار اُن کی فکر ونظر کے زاویوں کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

مجھے فخر ہے کہ اوائل عمری سے ہی مجھے جس عظیم شخصیت نے قلب ورُوح کی گہرائیوں سے متاثر کیا، وہ عظیم ہستی سیّد عطاء المحسن بخاری کی تھی۔ جو روایتی مولوی، قدامت پرست واعظ یا سراسر زاہد خشک نہ تھے۔ بلکہ وہ ایک ہر دلعزیز اور پہلودار شخصیت کے حامل تھے۔ وہ بیک وقت عالم، قاری، شاعر، خطیب، صحافی، کالم نگار اور سیاسی رہنما بھی تھے، لیکن انہوں نے اپنی بڑائی اور بزرگی کی دھونس کبھی نہ جمائی۔ انہوں نے اپنے کارکنوں سے بیٹوں کی طرح پیار کیا۔ اُن کی ذات میں باپ کا سا جلال اور ماؤں جیسی نرم اور گداز محبت تھی۔ وہ محفلوں کی جان تھے۔ اُن کی بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی ضرب المثل تھی۔ وہ ایسی دلنواز شخصیت کے حامل تھے کہ ہر ملنے والا اُن کے التفات کو اپنے لیے ہی مخصوص سمجھتا تھا۔

حضرت شاہ صاحبؒ ایک درویش صفت انسان تھے۔ وہ مال ودولت کے لحاظ سے غریب ضرور تھے، مگر دل شاہانہ رکھتے تھے۔ وہ عمر بھر غریبوں میں ہی رہے اور اُنہی کے حقوق کی جنگ لڑتے رہے۔ جاگیرداری نظام کے شدید مخالف تھے۔ گجرات، ملتان، چکوال، میانوالی، اٹک، بھکر، رحیم یار خان، مظفر گڑھ، بہاول پور، ڈیرہ غازی خان، جھنگ اور ساہیوال وغیرہ کے اضلاع اُن کی جاگیرداروں اور وڈیروں سے معرکہ آرائیوں کے شاہد اور گواہ ہیں۔ وہ جب تک زندہ رہے، غیرت وبہادری کے ساتھ جیے۔ عزت ووقار اور خودداری کی زندگی گزاری اور تادمِ آخر کوئے دشمناں میں سر اُٹھا کر چلے۔ موت آئی تو اُن کے لبوں پر کلمہ طیبہ جاری تھا۔ بخاری صاحبؒ نے ۱۲ر نومبر ۱۹۹۹ء کو رحلت فرمائی۔ وہ آج ہم میں نہیں ہیں، لیکن اُن کا مشن زندہ اور جماعت باقی ہے۔ اُن کے تیار کردہ نظریاتی کارکنوں کا قافلہ پاکستان کو اِسلام کا قلعہ بنانے قیام ونفاذِ حکومت الٰہیہ کے لیے مستعد اور سرگرم ہے جو بخاری صاحب کی زندگی کا مقصدِ وحید تھا اور اب سترہ کروڑ پاکستانیوں کی دیرینہ آرزوؤں کی معراج ہے۔

☆☆☆